© rasailojaraid.com

حلال اور حرام

از: مفتی ابوالخیر عارف محمود

عصر حاضر میں حرام کا اتنا شیوع ہو چکا ہے اور حرام نے اتنی عمومیت اختیار کرلی ہے کہ حلال وحرام میں تمیز کرنا مشکل اور کٹھن ہوتا جارہا ہے، لیکن اہل ایمان کے پاس اسلام وشریعت اور قرآن وسنت کی شکل میں ایک ایسا پیمانہ موجود ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر نہ صرف حرام سے اجتناب کرسکتے ہیں، بلکہ شبہات سے بچتے ہوئے حلال کو اختیار کرسکتے ہیں، چناں چہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے صحیحین میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

عن الشعبي عن النعمان بن بشير ـ رضي الله عنه ـ قال: سمعته يقول: سمعت رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ يقول: وأهوى النعمان بإصبعيه إلى أذنيه: "إن الحلال بيّن وإن الحرام بيّن، وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه، ألا وإن لكل ملك حمى، ألا وإن حمى الله محارمه، ألا وإن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله، وإذا فسدت فسد الجسد كله، ألا وهي القلب".(۱)

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے دونوں کانوں کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرکے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”بلاشبہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، جو کوئی شبہ کی ان چیزوں سے بچتا ہے وہ اپنے دین وآبرو کو بچالیتا ہے، اور جو ان شبہ کی چیزوں میں پڑگیا (سو وہ حرام میں پڑ گیا) اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو (شاہی) چراہ گاہ کے اردگرد چراتا ہو، قریب ہے کہ وہ جانوروں کو اس میں داخل کردے، سنو! ہر بادشاہ کی ایک مخصوص چراہ گاہ ہوتی ہے (جس میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی) اللہ کی حمی اس کے محارم یعنی اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ سنو! جسم کے اندر ایک ٹکڑا ہے جب وہ سنور جاتا ہے تو سارا جسم سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، سنو! وہ ٹکڑا دل ہے“۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدیث کی عظمت وشان: اس حدیث مبارکہ کی عظمت وشان پر علمائے اسلام کا اتفاق واجماع ہے، کیوں یہ ان چند احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا مدار ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسلام کا مدار تین احادیث پر ہے، 1: الأعمال بالنیات. یعنی اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ 2: من أحدث في أمرنا ما لیس منه فهو رد. یعنی جس نے دین میں کسی نئی چیز کو ایجاد کیا تو وہ مردود ہے۔ 3: الحلال بین والحرام بین. یعنی حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔(۲) حدیث کی مشہور کتاب "سنن أبي داود" کے مصنف امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ لاکھ احادیث لکھی ہیں، ان میں اپنی کتاب میں چار ہزار آٹھ سو منتخب کر کے جمع کی ہیں، انسان کے اپنے دین کے لیے چار حدیثیں کافی ہیں، 1: الأعمال بالنیات. 2: من حسن إسلام المرء تركه مالا يعنيه. یعنی آدمی کے حسنِ اسلام میں سے ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو ترک کردے۔ 3: لا يكون المؤمن مؤمنا حتى يرضى لأخيه مايرضاه لنفسه. یعنی مؤمن اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی پسند کرے نہ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ 4: إن الحلال بيّن وإن الحرام بيّن، وبينهما أمور مشتبهات. یعنی بلاشبہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں۔(۳)

امام نووی کی وضاحت: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے اور لباس وغیرہ کی صلاح وبہتری پر تنبیہ فرمائی ہے کہ ان چیزوں کا حلال ہونا ضروری ہے، حلال کو پہچاننے کا راستہ بتلادیا ہے اور مشتبہات کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ اس سے آدمی اپنے دین اور آبرو کی حفاظت کرسکتا ہے، اس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال کے ذریعہ سمجھایا اور آخر میں انتہائی اہم بات یعنی دل کے احوال کی نگرانی کے بارے میں تنبیہ فرمائی ہے۔(۴) اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چیزیں تین طرح کی ہیں، **پہلی قسم:** ایک وہ جو حلال محض ہیں، وہ واضح ہیں کہ لوگ ان چیزوں کا حلال ہونا جانتے ہیں، جیسے: گندم کی روٹی، پھل فروٹ، گھی، شہد، دودھ اور حلال جانوروں کا گوشت وغیرہ، اسی طرح گفتگو میں، دیکھنے میں اور چھونے وغیرہ امور میں حلال کو واضح جانتے ہیں۔ **دوسری قسم:** اسی طرح حرام محض بھی واضح ہے اور لوگ اسے جانتے ہیں، جیسے: شراب، خنزیر، مردار، پیشاب، بہتا خون، زنا، جھوٹ، غیبت، چغل خوری، اور اجنبی و نامحرم عورتوں کو دیکھنا وغیرہ۔ **تیسری قسم:** تیسری قسم کی چیزیں وہ ہیں کہ جن کا حلال اور حرام ہونا واضح نہیں، امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مشتبہات سے مراد وہ امور ہیں جن کی حلت وحرمت متعارض ہوں، اس میں ورع اور تقوی یہ ہے کہ ایسے امور اور چیزوں سے مکمل اجتناب کیا جائے، ان کا ارتکاب بلکل بھی نہ کیا جائے۔(۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''حلال'' اور'' اسلامی'' کا لیبل: آج بہت ساری چیزوں پر'' حلال'' اور'' اسلامی'' کا لیبل لگا کر مارکیٹ کی زینت بنایا جارہا ہے، کھانے پینے، لباس اور خرید وفروخت وغیرہ کئی چیزوں اور معاملات وغیرہ جو کہ حرام ہیں یا کم از کم ان کی حلت مشکوک ہے ان پر اسی طرح کے لیبل کو چسپاں کیا جارہا ہے، بلکہ بعض یورپی ممالک سے غیر شرعی مذبوحہ کا گوشت ڈبوں میں پیک کر کے درآمد کیا جاتا ہے اور ان پر بھی'' حلال'' کا مونوگرام چسپاں کیا گیا ہوتا ہے، حالاں کہ اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ کئی مالیاتی اداروں کی اسلامائیزیشن کی جاچکی ہے، اس بارے میں جمہور اہل علم وفتوی یہ واضح کر چکے ہیں ان سے معاملات جائز نہیں، بعض حضرات نے اگرچہ مالیاتی اداروں کی اسلامائزیشن کو فقہی جواز کا سہارا دیا ہے، لیکن احتیاط اور تقوی کا تقاضہ یہ ہے کہ ان سے بھی اجتناب برتا جائے۔

دین اور آبرو کی حفاظت: امور مشتبہ سے دور رہنے اور خود کو بچانے میں نہ صرف دین کی حفاظت ہے بلکہ عزت وآبرو بھی محفوظ ہو جاتے ہیں، سابق میں مذکور حدیث میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے:'' فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه وعرضه ''. یعنی جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بچتا ہے وہ اپنے دین اور آبرو کو بچالیتا ہے۔ انسانی زندگی میں پیش آنے والے نت نئے حوادث اگر مشتبہات کی قبیل میں سے ہوں تو ان سے اجتناب کر لینا چاہیے، اس میں آدمی کا دینی فائدہ بھی ہے اور دنیاوی بھی، کیوں کہ مشتبہ چیزوں میں پڑنے سے لوگ برا بھلا کہتے ہیں جس سے انسان کی عزت متاثر ہوتی ہے، یہ اس کے دنیا کا نقصان ہے۔ دینی نقصان یہ ہے کہ ان مشتبہ چیزوں میں پڑنے والا آگے چل کر شیطان کے ورغلانے سے خالص حرام چیزوں میں مبتلا ہو سکتا ہے، لہذا مشتبہات سے اجتناب کی وجہ سے لوگوں کی باتوں اور طعنوں سے بھی بچیں گے اور شیطان کے ورغلانے اور اغوا کاری سے بھی حفاظت ہوگی۔

مثال کی وضاحت: حدیث مبارکہ میں امور مشتبہ کو چرواہے کی مثال سے سمجھایا گیا ہے، چناں چہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:'' ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه''. یعنی اور جو ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا (سو وہ حرام میں پڑ گیا) اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو (شاہی) چراہ گاہ کے اردگرد چراتا ہو، قریب ہے کہ وہ جانوروں کو اس میں داخل کر دے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر چرواہے کی طرح انسان اپنے نفس کو مشتبہات کے معاملہ میں آزاد چھوڑ دے اور احتیاط نہ کرے تو وہ جیسے چرواہا بے احتیاطی کی وجہ سے جانور بادشاہ کی چراہ گاہ میں داخل کر کے سزا کا مستحق بن جاتا ہے ایسے ہی انسان بھی مشتبہات میں بے احتیاطی کی وجہ سے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب کر اللہ کی پکڑ اور عقاب کی زد میں آجاتا ہے، اللہ کے محارم سے بچنے کا راستہ امور مشتبہ سے اجتناب اور دوری میں پنہاں ہے، بلکہ علماء نے یہ لکھا ہے کہ بکثرت مکروہات کا ارتکاب آدمی کو حرام میں مبتلا کر دینے کا باعث بنتا ہے، علامہ ابن المنیّر اسکندرانی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ ابو القاسم قبّاری رحمہ اللہ کے مناقب میں نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے: ''المكروه عقبة بين العبد والحرام، فمن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

استكثر من المكروه تطرق إلى الحرام، والمباح عقبة بينه وبين المكروه، فمن استكثر منه تطرق إلى المكروه". (٦) یعنی مکروہ بندہ اور حرام کے درمیان ایک گھاٹی ہے جو شخص بکثرت مکروہات کا ارتکاب کرے گا وہ حرام میں مبتلا ہوگا، اسی طرح مباح بھی بندہ اور مکروہ کے درمیان ایک گھاٹی ہے جو کثرت سے مباحات کو اختیار کرے گا وہ مکروہات تک ضرور پہنچے گا۔

حمی اللہ: دنیا کا دستور ہے کہ ہر بادشاہ کی ایک مخصوص چراہ گاہ ہوا کرتی ہے، اللہ کا حمی اس کے محارم ہیں، جیسا کہ حدیث میں اس کو بیان کیا گیا ہے: "ألا وإن لكل ملك حمى، ألا وإن حمى الله محارمه". یعنی سنو! ہر بادشاہ کی ایک مخصوص چراہ گاہ ہوتی ہے (جس میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی) اللہ کی حمی اس کے محارم یعنی اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حمی ہے، جیسا کہ ناحق قتل، زنا، چوری، بہتان، شراب، جھوٹ، غیبت، چغلی اور باطل طریقہ سے لوگوں کا مال کھانا وغیرہ تمام معاصی حمی اللہ ہے، جس طرح بادشاہ کے چراہ گاہ میں داخل ہونے سے پکڑ ہوتی ہے اور سزا ملتی ہے، تو جو محارم اللہ کے قریب جائے گا اور ان کا ارتکاب کرے گا تو وہ موجب سزا ہوگا۔ (۷)

تمام اعمال کی درستی کا مدار: جس طرح طبعی اعتبار سے انسانی جسم اور زندگی کا مدار دل ہے، قلب کی حرکت بند ہو جائے تو آدمی مر جاتا ہے اور اس کا سارا نظام زندگی ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح روحانی اعتبار سے تمام اعمال کی اصلاح اور درستی کا مدار قلب یعنی دل کی درستگی اور اصلاح پر موقوف ہے، اس بات کو حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا: "ألا وإن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله، وإذا فسدت فسد الجسد كله، ألا وهي القلب". سنو! جسم کے اندر ایک ٹکڑا ہے جب وہ سنور جاتا ہے تو سارا جسم سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، سنو! وہ ٹکڑا دل ہے۔ ان الفاظ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ اگر امور مشتبہ اور محارم سے بچنا چاہتے تو دل کی اصلاح کرو، حقیقت یہ ہے کہ اگر دل میں خوف خدا موجزن ہو جائے تو پھر مشتبہات سے اجتناب اور احتراز مشکل نہ رہے گا، اگر خدانخواستہ دل میں فساد آجائے اور خشیت الٰہی سے عاری ہو تو پھر جسم کے ہر ہر عضو سے صادر ہونے والا عمل فاسد ہوگا اور وہ اللہ کی نافرمانی اور بغاوت کی طرف لے جانے والا ہوگا۔

شیخ ابوالقاسم قباری کا واقعہ: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے "البدایہ والنہایہ" میں شیخ ابوالقاسم محمد بن منصور بن یحیٰ قباری اسکندرانی رحمہ اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ شیخ صاحب کی ملکیت میں ایک باغ تھا، اسی میں رہائش تھی، اس باغ کی آمدنی سے گذر بسر کیا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی اس باغ کے پھل میں سے کھلایا کرتے تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام کیا کرتے تھے، خاص کر حکام کو ظلم سے روکا کرتے تھے، حکام آپ کے زہد و تقویٰ کی وجہ سے نہ صرف آپ کی بات سنتے بلکہ مانتے بھی تھے، ان کا ایک عجیب و غریب واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنا ایک جانور کسی کو فروخت کر دیا، چند دن کے بعد خریدار وہ جانور واپس لایا اور کہا کہ حضرت یہ ہمارے ہاں کچھ بھی نہیں کھاتا، شیخ نے مشتری کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تمہارا مشغلہ کیا ہے، یعنی ذریعہ معاش کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں والی کے دربار میں رقّاص یعنی ناچنے والا ہوں، شیخ ابوالقاسم نے فرمایا: إن دابتنا لا تأكل الحرام یعنی ہمارا جانور حرام نہیں کھاتا، چوں کہ اس کے دیے ہوئے دراہم شیخ کے دراہم کے ساتھ خلط ملط ہو گئے تھے اس لیے شیخ نے اسے جانور کی قیمت کے علاوہ بہت سارے دراہم بھی لوٹا دیے اور اپنا جانور واپس لے لیا، لوگوں نے برکت کی غرض سے اس رقّاص سے شیخ کے دیے ہوئے دراہم میں سے ہر درہم تین درہم میں خریدا، جب شیخ کا انتقال ہوا تو ترکہ میں جو کچھ چھوڑا اس کی کل مالیت پچاس درہم کے بقدر تھی اسے بیس ہزار درہم میں فروخت کیا گیا۔(۸)

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب یہ امت خاص طور سے خواص واہل علم حرام سے اجتناب کیا کرتے تھے تو اس وقت ان کے جانور بھی حرام آمدنی سے فراہم کیا گیا چارا کھانا پسند نہیں کرتے تھے اور یہ آج بھی ممکن ہے اس کے لیے حرام سے بچنے کے ساتھ ساتھ مشتبہات سے بھی احتراز کرنا ہوگا، آدمی یہ تب ہی کر سکتا ہے جب اس کا دل صحیح اور صالح ہو، دل کی اصلاح کے لیے اہل دل یعنی اللہ والوں اور صادقین وصالحین کی صحبت کو اختیار کرنا پڑے گا، اللہ تعالی امت مسلمہ کو پھر سے ایمان اور اعمال صالحہ والی زندگی نصیب فرمائے، محارم سے اجتناب اور مشتبہات سے احتراز کے ساتھ دل کی اصلاح کے لیے صادقین وصالحین کی صحبت اختیار کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، آمین ثم آمین۔

حوالہ جات:

(١) صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه: ٢٠/١، رقم الحديث: ٥٢، وفي باب الحلال بيّن والحرام بيّن وبينهما مشبّهات: ٣٥/٣، رقم الحديث: ٢٠٥١. وفي صحيح مسلم، باب أخذ الحلال وترك الشبهات: ٣/ ١٢١٩، رقم الحديث: ١٥٩٩.(٢) طرح التثريب للعراقي: ٦/٢. جامع العلوم والحكم لابن رجب الحنبلي: ٩/١. فيض القدير للمناوي: ٨٣/٥.(٣) طرح التثريب للعراقي: ٥٠/١. شرح النووي على صحيح مسلم: ٢٧/١١. عمدة القاري: ٥٧/١. شرح أبي داود للعيني: ١٧/١. جامع الأصول للجزري: ١٩٠/١. علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے "لا يكون المؤمن مؤمنا حتى يرضى لأخيه مايرضاه لنفسه" کی جگہ "ازهد في الدنيا يحبك الله وازهد فيما في أيدي الناس يحبك الناس" والی حدیث نقل کی ہے۔ التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد: ٢٠١/٩.(٤) شرح النووي على صحيح مسلم: ٢٧/١١.(٥) شرح النووي على صحيح مسلم: ٢٧/١١، ٢٨.(٦) فتح الباری: ١٢٧/١.(٧) شرح النووي على صحيح مسلم: ٢٨/١١.(٨) البداية والنهاية، تحت سنة ثنتين وستين وستمائة: ٤٥٦/١٧، ٤٥٧.

© rasailojaraid.com